اخبار الرایہ

شمار نمبر590

(11-مارچ-2026)

(عربی سے ترجمہ)

ٹرمپ اور غلبہ وبالادستی کی سیاست: نظریہ اور عمل کے درمیان........ 2
مشرقِ وسطیٰ میں آگ کیوں لگی؟........ 6
سوڈانی عدلیہ اسلام کی دعوت کے خلاف برسرِپیکار........ 9
کفار سے وفاداری دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے........ 11
ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ: عالمی تسلط کے زوال کے اسباق اور عبرتیں........ 12
کیا کرغیزستان میں ایک اور بغاوت ہو رہی ہے؟........ 15
حزب التحریر / ولایہ ترکی خلافت کے انہدام کی برسی کے موقع پر سرگرمیاں!........ 18
روزہ اس لیے فرض نہیں کیا گیا کہ اس کا اثر صرف مسجدوں تک رہے........ 19
قوانینِ الٰہی عمل نہ کرنے والوں کو متبادل فراہم نہیں کرتے........ 20
فتوحات کے مہینے، بابرکت رمضان، میں پاکستان کی مسلح افواج اور افغانستان کے مجاہدین کے نام ایک پیغام........ 21
احساسات کی وحدت کو صفوں اور فیصلے کی وحدت میں بدلنا ہو گا........ 27
نبی ﷺ کی بشارتوں کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے، خواہ صلیبیوں کو ناگوار گزرے........ 28
نہضہ ڈیم میں امریکہ کا استعماری کردار........ 30
مصری نظام: حقیقت اور ڈراموں کے وہم وبہتان کے درمیان........ 34
اردوغان کا یہ دعویٰ کہ وہ غیر جانبدار نہیں ہے، سراسر جھوٹ ہے........ 38
سرمایہ دارانہ نظام کے زیرِ سایہ نہ امن ہے، نہ امان اور نہ ہی باوقار زندگی........ 39

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ رمضان کے اس مہینے کو امت کے شعور میں تبدیلی کا ایک اہم موڑ بنا دے، اور اسے بصیرت اور ثابت قدمی عطا فرمائے، اور اس کے لیے ہدایت کے ایسے اسباب فراہم کرے جس میں اللہ کے اطاعت گزاروں کو عزت ملے اور نافرمانوں کو ہدایت نصیب ہو، جس میں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے، اور جس میں خلافتِ راشدہ مسلمانوں کو متحد کرنے والی، اسلام کے مرکز کی محافظ اور عدل و رحمت کے ساتھ لوگوں کے معاملات کی نگہبانی کرنے والی بن کر دوبارہ قائم ہو جائے۔

اداریہ

ٹرمپ اور غلبہ و بالادستی کی سیاست: نظریہ اور عمل کے درمیان

تحریر: انجینئر حسب اللہ النور—ولایہ سوڈان

(ترجمہ)

بین الاقوامی تعلقات میں "استحکامِ غلبہ" (Hegemonic Stability) کا نظریہ سیاسیات، معاشیات اور تاریخ کے میدانوں میں گہری جڑیں رکھتا ہے۔ یہ نظریہ یہ تصور پیش کرتا ہے کہ عالمی نظام اس وقت استحکام کی طرف مائل ہوتا ہے جب کوئی خاص ملک عالمی سطح پر غالب قوت بن کر ابھرے۔ چارلس پی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی کتاب "The World in Depression" (1929-1939ء) میں یہ نظریہ پیش کیا تھا۔ 2004ء میں دو ممتاز ماہرینِ سیاسیات جیمز فیرون اور ڈیوڈ لیٹن نے لکھا: "ریاستہائے متحدہ اب عالمی حکمرانی کی ایک نئی شکل کی طرف بڑھ رہا ہے"، اور انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ نظر انداز کیے گئے متعلقہ معاہدوں کو دوبارہ فعال کیا جانا چاہیے تاکہ سرپرستی کی ایک نئی شکل اختیار کی جاسکے۔ اسٹیفن کرزنر نے لکھا: "اگر ہم بدترین حکومتوں والی ناکام ریاستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، تو وہ خود اپنی اصلاح نہیں کر سکیں گی کیونکہ ان کی انتظامی صلاحیتیں محدود ہیں"۔

سیاسی محاذ پر، عراق کے خلاف جنگ کے بعد، بش نے امریکہ کی برتری کو بھانپ لیا، چنانچہ اس نے کانگریس کے سامنے اپنے مشہور خطاب میں "نیا عالمی نظام" (New World Order) کا اعلان کیا، جس نے بین الاقوامی سطح پر امریکی تسلط کے خدوخال واضح کر دیے۔ بعض لوگ غلبہ و بالادستی کی اس سیاست کا آغاز صدر ریگن کے اسٹریٹجک ڈیفنس انیشی ایٹو (Strategic Defense Initiative) کے اعلان سے قرار دیتے ہیں، جسے "اسٹار وارز" (Star Wars) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

گزشتہ صدی کی نوے کی دہائی کے آخر میں "نئی امریکی صدی کا منصوبہ" (Project for the New American Century) کے نام سے ایک پروگرام سامنے آیا، جس میں یہ درج ہے کہ "اگر امریکی طاقت کا درست استعمال کیا جائے، تو یہ عالمی نظام کو جمہوریت کی طرز پر دوبارہ ڈھالنے کی صلاحیت رکھتی ہے"۔ بش جونیئر نے اپنی خارجہ پالیسی میں اسی منصوبے پر انحصار کیا، جس کے نتیجے میں 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے بعد اس نے اپنا وہ مشہور جملہ کہا: "جو ہمارے ساتھ نہیں ہے، وہ ہمارے خلاف ہے"۔

ٹرمپ کے برسرِ اقتدار آتے ہی بالادستی کی اس سیاست کا مکمل وژن واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ اس نے ایک پریس کانفرنس کے دوران اپنے بیان میں پانامہ کینال اور گرین لینڈ کے جزیرے کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے فوجی طاقت کے استعمال، خلیج میکسیکو کا نام تبدیل کرنے، کینیڈا کے خلاف معاشی طاقت کے استعمال اور مشرقِ وسطیٰ کو جہنم بنا دینے کی دھمکی دی۔

مزید برآں، امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو نے سینیٹ میں اپنی تعیناتی کی توثیق کے دوران بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا کہ ٹرمپ نے اپنے پیشروؤں کے بنائے ہوئے عالمی نظام سے کس طرح لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جنگ کے بعد کا عالمی نظام نہ صرف پرانا ہو چکا ہے، بلکہ آج یہ ایک ایسا ہتھیار بن چکا ہے جسے ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے"۔ انہوں نے مزید کہا کہ قواعد و ضوابط پر مبنی بین الاقوامی نظام ایک غلط مفروضے پر قائم کیا گیا تھا، لہٰذا اسے ترک کرنا ناگزیر تھا۔

اسی تناظر میں جرمنی کے صدر، فرانس کے وزیر اعظم اور کینیڈا کے وزیر اعظم نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ ٹرمپ بین الاقوامی نظام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، بلکہ سیاست دان اور تجزیہ نگار اس بات پر تقریباً متفق نظر آتے ہیں کہ اب نیا بین الاقوامی نظام امریکہ کے مطلق غلبہ و بالادستی کی طرف مائل ہے۔

ٹرمپ نے غلبہ وبالادستی کی تمام صورتوں پر عمل درآمد شروع کرنے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کیا۔ اقتصادی محاذ پر اس نے خلیجی ممالک سے کھربوں ڈالر چھین لیے، اپنے حلیفوں سمیت سب پر کسٹم ڈیوٹی نافذ کر دی، اور یوکرین، تائیوان اور دیگر ممالک سے نایاب معدنیات حاصل کرنے کا مطالبہ کیا۔ جہاں تک سیاسی محاذ کا تعلق ہے، اس نے درجنوں بین الاقوامی تنظیموں سے علیحدگی اختیار کی، جن میں اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے بھی شامل ہیں، اور اقوام متحدہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش میں "مجلسِ امن" (پیس کونسل) کے قیام کا اعلان کیا۔ مزید برآں، کھلم کھلا مداخلت کرتے ہوئے اس نے عراق میں نوری المالکی کو وزیر اعظم نامزد کرنے پر اعتراض کیا اور صراحت کے ساتھ اعلان کیا کہ شام کے صدر احمد الشرع کا تقرر اس نے خود کیا ہے۔

عسکری میدان میں اس نے جہاد کے اس جذبے کو بجھانے کی کوشش میں غزہ کی پٹی کی تباہی میں حصہ لیا، جو 1948ء سے اب تک فروزاں ہے۔ ایک تاریخی واقعے میں اس نے وینزویلا کے صدر کو ان کے خوابگاہ سے اغوا کیا، اور اعلان کیا کہ وہ گرین لینڈ کو طاقت کے زور پر بھی حاصل کرلے گا، نیز کولمبیا اور میکسیکو پر حملے کی دھمکیاں دیں۔ پھر جلد ہی وہ مشرق وسطیٰ کی طرف لوٹا تا کہ ایران کو نشانہ بنا کر اس کی قوت کو محدود کر سکے۔ اگرچہ ایران پر حملہ اس کا فوری ہدف تھا، لیکن "نظریہ غلبہ" کے تقابلی جائزے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصل نشانہ پورا مشرق وسطیٰ ہے۔ یہ برنارڈ لیوس کے اس قول پر مبنی ہے جو کہ "مشرق وسطیٰ کے ممالک کو دوبارہ تقسیم کرنے کے نظریے کا بانی (گاڈ فادر) ہے تا کہ ان پر قابو پانا آسان ہو"۔ اس کا کہنا تھا: "جو دنیا پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے، اسے مشرق وسطیٰ پر قابض ہونا ہوگا"۔

مشرق وسطیٰ جغرافیائی و سیاسی لحاظ سے دنیا کا مرکز ہے، اور عقیدے کے اعتبار سے امت مسلمہ کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے راسخ عقیدے سے جڑا ہے جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ خطہ مغربی سیاستدانوں کے لیے خوف اور بے چینی کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس حوالے سے بے شمار تحقیقی مطالعے اور بیانات موجود ہیں۔ مثال کے طور پر برطانوی تھنک ٹینک میں ایک کانفرنس کے دوران سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے کہا تھا: "سیاسی اسلام، خواہ وہ عقیدے کی بنیاد پر ہو یا تشدد کی صورت میں، یہ پہلے درجے کا سیکورٹی خطرہ ہے۔ اور اگر اسے کنٹرول نہ کیا گیا تو یہ ہم تک پہنچ جائے گا"۔

اسی طرح امریکی تجزیہ نگار اسٹیفن کا کہنا ہے: "مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات کے حصول کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس خطے کو چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے جن کے واشنگٹن کے ساتھ گہرے سیکورٹی تعلقات

اور مفادات وابستہ ہوں"۔ سابق امریکی وزیر خارجہ پومپیو نے کہا: "آج ہمیں جس سب سے بڑے خطرے کا سامنا ہے وہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کو ضابطہ حیات اور زندگی گزارنے کے طریقے کے طور پر مانتے ہیں"۔ جارج بش جونیئر نے کہا: "مسلمانوں کا مقصد ایک ریاست قائم کرنا ہے، اور یہ ہجوم ان وسائل کو اپنی طرف کھینچے گا جو انہیں خطے کے تمام نظاموں کو اکھاڑ پھینکنے اور اسپین سے انڈونیشیا تک ایک بنیاد پرست اسلامی سلطنت قائم کرنے کے قابل بنا دیں گے"۔

اہلِ مغرب نے ماضی اور حال میں امت کی وحدت کے خطرے کو بھانپ لیا تھا، اس لیے انہوں نے اسے پارہ پارہ کرنے اور چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی، اور اب بھی ان کے درمیان فتنہ و فساد کے بیج بو رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں اتحاد کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ "بیشک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری ہی عبادت کرو" (سورۃ الانبیاء: آیت 92)۔ اور ہمیں تفرقہ بازی اور انتشار سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو تفرقے میں پڑ گئے اور واضح نشانیاں آ جانے کے بعد بھی اختلاف کیا، اور ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے" (سورۃ آل عمران: آیت 105)۔

سیاسی وحدت محض ایک انتخاب نہیں بلکہ ایک فرض ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا جسے مسلم نے روایت کیا ہے: «إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الآخَرَ مِنْهُمَا» "جب دو خلیفوں کی بیعت کر لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو"۔ تو کیا ہم ایک ایسے امام کی بیعت نہیں کریں گے جس کے ذریعے ہم اس امریکی تسلط کا مقابلہ کر سکیں؟ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ صحیح حدیث ہے: «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ» "امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعے (دشمن سے) بچا جاتا ہے"۔

مشرقِ وسطیٰ میں آگ کیوں لگی؟

امریکہ اور یہودیوں کی کھلی جنگ اور اس کے نتائج کا ایک تجزیاتی مطالعہ

تحریر: استاد احمد القصص

(ترجمہ)

مشرقِ وسطیٰ کا خطہ اس وقت ایک وسیع علاقائی جنگ کی لپیٹ میں ہے، جس کا آغاز ایران پر ایک شدید اور اچانک حملے سے ہوا، جس کے بعد اس کارروائی کا دائرہ لبنان تک پھیل گیا، اور اب اس بات کے قوی امکانات موجود ہیں کہ جنگ کے یہ شعلے یمن اور خطے کے دیگر ممالک تک بھی پہنچ جائیں گے۔ اس تناظر میں، اس بے مثال کشیدگی کے پیچھے چھپے حقیقی محرکات کے بارے میں کئی اہم سوالات جنم لے رہے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ اچانک ہوا یا یہ کسی ایسے پہلے سے طے شدہ منصوبے کا نتیجہ ہے جس کا مقصد خطے کے مکمل سیاسی اور جغرافیائی نقشے کو نئے سرے سے ترتیب دینا ہے؟

سفارت کاری کا دھوکہ اور بدنیتی: ان امیدوں کے برعکس جو خوش فہم لوگ امریکہ اور ایران کے درمیان جاری مذاکرات سے لگائے ہوئے تھے، میدانی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ ٹرمپ انتظامیہ کافی عرصے سے اس جنگ کو چھیڑنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ طیارہ بردار بحری جہازوں، جنگی بیڑوں اور سینکڑوں طیاروں پر مشتمل بھاری عسکری موجودگی اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ امریکہ مذاکرات کے کسی بھی نتیجے کی پرواہ کیے بغیر اپنے اہداف کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ امریکہ نے ایران کو دونوں فریقین کے لیے کسی ممکنہ سمجھوتے کا جھانسا دے کر جال میں پھنسایا، جبکہ اصل مقصد اس سے سیاسی چال چلنے کی ہر گنجائش چھیننا اور اسے ایٹمی افزودگی ترک کرنے اور اپنی علاقائی ملیشیاؤں کو ختم کرنے پر مجبور کرنا تھا۔

اندرونی تبدیلی کے لیے وینزویلا کے منظر نامے کو دہرانا: اس جنگ کے سب سے حیران کن پہلوؤں میں سے ایک ایرانی نظام کے اعلیٰ ترین رہنماؤں کو براہِ راست نشانہ بنانا تھا، جن میں سرفہرست سپریم لیڈر خامنہ ای ہیں جنہیں (ایک ایسی

جگہ) چھوڑ دینے پر مبصرین ششدر رہ گئے جہاں ان کا شکار کرنا آسان تھا۔ اسی طرح وزیرِ دفاع، چیف آف اسٹاف اور پاسدارانِ انقلاب کے کمانڈر جیسی اہم شخصیات کی ہلاکتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ قرائن بتاتے ہیں کہ ان ہلاکتوں سے امریکہ کا مقصد ایرانی ریاست کو مکمل طور پر ختم کرنا یا اسے شدید افراتفری میں دھکیلنا نہیں ہے، بلکہ وہ یہاں وینزویلا کے تجربے کو دہرانا چاہتا ہے۔ اس منصوبے کی بنیاد امریکہ کے مخالف سخت گیر دھڑے کا خاتمہ کرنا ہے تاکہ نظام کے اندر سے ہی ایسی لچکدار اور تعاون کرنے والی سیاسی شخصیات کے لیے راستہ ہموار کیا جاسکے جو اقتدار کی باگ ڈور سنبھال سکیں۔ اس حوالے سے صدر مسعود پزشکیان اور جواد ظریف جیسے نام مغرب کے ساتھ تعاون کے لیے ممکنہ انتخاب کے طور پر ابھرتے ہیں، تاکہ ایران کو ایک ایسی عام "فنکشنل ریاست" میں تبدیل کیا جا سکے جو اپنے بیرونی بازوؤں (پروکسیز) سے دستبردار ہو کر صرف اپنے اندرونی معاملات تک محدود ہو جائے۔

یہودی وجود کا کردار اور نسلی صفائے کا منصوبہ: دوسری جانب، 'یہودی وجود' اس محاذ آرائی کے ایک بنیادی محرک کے طور پر کھڑا ہے، جہاں اس کے وزیرِ اعظم نیتن یاہو نے امریکہ کو اس آپشن کی طرف دھکیلنے کے لیے زبردست دباؤ ڈالا ہے۔ ان کا سب سے بڑا جنون ایران کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنا اور اسے میزائل نظاموں سے محروم کرنا ہے۔ کیونکہ ایران کی ایٹمی صلاحیتوں کا خاتمہ اور کسی بھی دوسری علاقائی ریاست کو ایٹمی صلاحیتیں حاصل کرنے سے روکنا 'یہودی وجود' کا ایک اسٹریٹجک ہدف ہے۔

ردعمل کی حکمتِ عملی اور ایرانی بازوؤں کا مبہم موقف: اس یلغار کے سامنے، ایران کا فوجی منصوبہ مکمل طور پر میزائلوں کے ذریعے ڈیٹرنس (روک تھام) پر منحصر ہے، تاکہ امریکہ اور یہودی وجود کے خلاف ایک طویل مدتی اعصابی جنگ چھیڑی جا سکے اور انہیں زیادہ سے زیادہ مالی نقصان پہنچایا جا سکے۔ ایران خلیجی ممالک اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں امریکی اڈوں پر اپنے حملوں کو مرکوز کر رہا ہے، جبکہ ترکی میں امریکی اڈوں کو نشانہ بنانے سے گریز کر رہا ہے، جو کہ شاید دانستہ ہے، تاکہ ان کے درمیان تاریخی تعلقات کو برقرار رکھا جا سکے اور نیٹو کے رکن اس قدر بڑے ملک کو اشتعال دلانے سے بچا جا سکے۔ دوسری طرف، ایران نے مقبوضہ فلسطینی علاقوں پر راکٹ برسانے کے لیے لبنان میں اپنی جماعت کی باقی ماندہ محدود فوجی صلاحیتوں کو استعمال کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی، باوجود اس کے کہ اس محاذ کی وجہ سے لبنان میں جو تباہی مچے گی، شیعہ کمیونٹی کو جو نقصان پہنچے گا اور جماعت کے سیاسی قائدین کو اپنے عوامی حلقوں اور لبنانی سیاسی حلقوں میں جس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ صورتحال ایرانی نظام کی بوکھلاہٹ اور سیاسی مصلحتوں کی زیادہ پرواہ کیے بغیر اپنے پاس موجود تمام پتے استعمال کرنے کی ضرورت کی عکاسی کرتی ہے۔

چین اور روس: تھکا دینے والی جنگ اور بڑے مفادات: عالمی منظر نامے پر، اس حوالے سے شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں کہ بیجنگ اور ماسکو تہران کو معلومات اور جدید فوجی ٹیکنالوجی کی صورت میں خفیہ مدد فراہم کر رہے ہیں۔ ان بڑی طاقتوں کے مفاد میں یہ ہے کہ وہ امریکہ کو مشرقِ وسطیٰ کی ریت میں اس سے پہلے غرق کر دیں اور تھکا دیں کہ وہ بین الاقوامی سطح پر ان کا مقابلہ کرنے کے لیے فارغ ہو سکے۔ امریکہ ایران کے خلاف اپنی جنگ کے ذریعے چین کو تیل کے ایک بڑے ذریعے سے محروم کرنے کا ہدف بھی رکھتا ہے، جیسا کہ اس نے وینزویلا پر قبضہ کر کے کیا تھا جو اس کے لیے تیل کا ایک اہم ترین ذریعہ تھا، مزید یہ کہ وہ اس سرزمین پر اپنا تسلط جمانا چاہتا ہے جہاں سے چین کا 'شاہراہِ ریشم' (سلک روڈ) گزرتا ہے۔

خطے کے لیے جامع امریکی منصوبہ: یہ معرکہ صرف ایران کو مغلوب کرنے تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ مشرقِ وسطیٰ (مشرقِ عربی) کے خطے پر تسلط کو مزید سخت کرنے کی ایک جامع امریکی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ کیونکہ امریکہ خطے کو نسلی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم شدہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں (کینٹنز) میں بانٹنا چاہتا ہے، جس سے اس کا انتظام سنبھالنا اور اسے اپنی کمپنیوں کے لیے ایک بڑے سرمایہ کاری کے علاقے میں تبدیل کرنا آسان ہو جائے۔ اس منصوبے کے ساتھ ساتھ "دینِ ابراہیمی" کے بیانیے کو مسلط کرنے اور کسی بھی سیاسی اسلام کی تجویز کے خلاف لڑنے اور اسے ممنوع قرار دینے کی بھرپور کوششیں بھی شامل ہیں۔

کھلے امکانات: آج یہ خطہ ایک دوراہے پر اور دو اہم امکانات کے سامنے کھڑا ہے۔ یا تو امریکی فوجی مشینری اور سازشیں موجودہ ایرانی قیادت کا تختہ الٹنے اور اس کی جگہ امریکہ کے وفادار ایسے عملے کو لانے میں کامیاب ہو جائیں گی جو مغربی منصوبوں پر عمل درآمد کرے، اور یہ کئی دہائیوں تک امریکی تسلط کو برقرار رکھے گا، یا پھر ایران اس صدمے کو برداشت کرنے اور ایک طویل اعصابی جنگ میں ڈٹے رہنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ثابت قدمی میں اس کی کامیابی امریکہ کے منصوبے کو ناکام بنا دے گی اور ٹرمپ و نیتن یاہو کے لیے ایک کاری سیاسی ضرب ثابت ہو گی، خاص طور پر جبکہ امریکی انتخابات قریب ہیں، جو انہیں ایک ایسی غیر محسوب مہم جوئی کی بھاری قیمت چکانے کے لیے کمزور بنا دے گی جس کے نتائج کا اندازہ نہیں لگایا گیا۔ تو کیا ایران دنیا کو اپنی ثابت قدمی اور امریکہ و یہودی وجود کے تکبر کو توڑنے کی صلاحیت سے حیران کر دے گا؟

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے رکن

سوڈانی عدلیہ اسلام کی دعوت کے خلاف برسرِ پیکار

ریاست شمالی کردفان کے دارالحکومت، شہر 'الابیض' میں حزب التحریر کے ان نوجوانوں کی بے گناہی ظاہر ہونے کے باوجود جن پر مقدمہ چلایا جارہاہے، اور جن پر سوڈانی فوجداری قانون کی دفعات 63، 67، 69 اور 126 کے تحت مقدمہ چل رہا تھا، جج نے اتوار 1 مارچ 2026ء کی سماعت میں دیگر دفعات کو ختم کرنے کے بعد دفعہ 69 کے تحت مقدمہ جاری رکھنے پر اصرار کیا، اور مقدمے کی کارروائی جاری رکھنے کے لیے پیر 30 مارچ 2026ء کی تاریخ مقرر کی۔ یہ دفعہ 69 وہی پہلی دفعہ ہے جس کی بنیاد پر 27 جنوری 2026ء کو ان نوجوانوں کے خلاف رپورٹ درج کی گئی تھی۔ اس دفعہ کی عبارت یہ ہے: "جو شخص امنِ عامہ میں خلل ڈالے، یا ایسا فعل کرے جس کا مقصد امنِ عامہ یا عوامی سکون میں خلل ڈالنا ہو یا جس سے اس کا احتمال ہو، اور وہ فعل کسی عوامی جگہ پر کیا گیا ہو، تو اسے ایک ماہ سے زیادہ کی قید یا جرمانہ، یا بیس سے زیادہ کوڑوں کی سزا دی جائے گی"۔ یہ وہ دفعہ ہے جس کے بارے میں قانون کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ ایک لٹکتی ہوئی تلوار اور جبر کا وہ ہتھیار ہے جسے حکومت ان لوگوں کے خلاف استعمال کرتی ہے جنہیں وہ اپنا دشمن تصور کرتی ہے!

اس حوالے سے حزب التحریر ولایہ سوڈان کے آفیشل ترجمان، استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل) نے ایک اخباری بیان میں کہا: "ہم نے حزب التحریر ولایہ سوڈان کی جانب سے اس وقت ایک اخباری بیان جاری کیا تھا جس کا عنوان تھا: 'کیا اسلام کی دعوت اور اس کی حکمرانی کا قیام امنِ عامہ اور عوامی سکون میں خلل بن چکا ہے؟!'"۔ ہم ایک بار پھر یہی سوال دہراتے ہیں: کیا واقعی اسلام کی دعوت دینا اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے سائے میں اسے نافذ کرنا ایک جرم اور امنِ عامہ و عوامی سکون میں خلل بن گیا ہے؟!

استاد ابو خلیل نے مزید کہا: "حزب التحریر کے وہ نوجوان جن پر حکومت اور اس کے سیکورٹی، عدلیہ اور قضائی ادارے ایک عظیم فرض یعنی اسلام کی دعوت اور اس کی حکمرانی کے قیام کی پاداش میں مقدمہ چلانے پر اصرار کر رہے ہیں، ان کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ "اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا، نیک عمل کیا اور کہا کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے

ہوں"(سورۃ فُصِّلَت: آیت 33) ۔کیا سبحانہ وتعالیٰ نے نہیں فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ "تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خیر (اسلام) کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"؟ (سورۃ آلِ عمران: آیت 104)

ابو خلیل نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "یہ ظالم نظام جو کافر استعماری مغرب کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے، اس کے اوامر و نواہی کا پابند ہے، اللہ کی طرف بلانے اور اس کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی حکمرانی سے روکنے والا ہے، اور دارفور کی علیحدگی کی سازش پر عمل درآمد میں ملوث ہے، یہ اس قابل نہیں ہے کہ اس بہترین امت پر حکومت کرے جو لوگوں کی رہنمائی کے لیے نکالی گئی ہے۔ پس اے سوڈان کے مسلمانو! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے عقیدے اور تمہارے رب کی شریعت کے نفاذ کی دعوت دینے والوں کو مجرم قرار دیا جائے، اور پھر تم ٹس سے مس نہ ہو؟! حزب التحریر کے وہ نوجوان جن پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے، انہوں نے جو کام کیا ہے وہ آپ پر بھی فرض ہے، لہٰذا ان ظالموں کے ہاتھ پکڑو اور اسلام کے نظام اور اس کی ریاست، نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر کام کرو، تاکہ تم اس عظیم پیشی کے دن کامیاب ہونے والوں میں سے ہو جاؤ، اور اس سے پہلے تم وہ عزت والی زندگی جیو جو ان اولین مسلمانوں نے جی تھی جنہوں نے اس دین کو اٹھایا اور اسے نافذ کیا"۔

استاد ابو خلیل نے اپنے اخباری بیان کا اختتام اہل سوڈان کو سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کی یاد دہانی کرواتے ہوئے کیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے" (سورۃ الانفال: آیت 24)

کفار سے وفاداری دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے

مسلم ممالک کے حکمران کفار سے وفاداری کی سنگینی کو نہیں سمجھ پائے کہ یہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً﴾ "جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو (جان لیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے" (سورۃ النساء: آیت 139)۔ یہ حکمران اس بات کو نہیں سمجھ رہے کہ کافر ممالک کے لیے سب سے پہلی ترجیح ان کے اپنے مفادات ہیں اور وہ دن رات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی پالتے ہیں، چنانچہ اگر وہ کسی ایسی ریاست سے کسی قسم کی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے زیرِ اثر ہو یا ان کے ایجنٹوں میں سے ہو، تو وہ ان کے لیے خیر نہیں چاہتے بلکہ وہ دل میں برائی چھپائے رکھتے ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

اگر یہ حکمران، خواہ وہ ان کے زیرِ اثر ہوں یا ان کے ایجنٹ ہوں، اس بات کو سمجھ لیتے کہ امریکہ کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگر امریکہ کے مفادات ان کے خاتمے کا تقاضا کریں، تو وہ تاریخ کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے، کیونکہ اس نے کتنے ہی ایجنٹوں کو ان کا کام ختم ہونے کے بعد گرا دیا ہے۔ اگر ان حکمرانوں میں عقل ہوتی تو وہ کفار کو اس طرح نکال باہر کرتے جیسے گٹھلی کو پھینک دیا جاتا ہے، لیکن یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، سو وہ رجوع نہیں کرتے۔ استعماری کفار کے ساتھ ان کی وفاداری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان میں سے ہر ملک پر حملہ کیا جاتا ہے لیکن دوسرے اس کی مدد کے لیے حرکت نہیں کرتے، بلکہ ان میں سب سے اچھا وہ ہے جو مقتولین اور زخمیوں کی گنتی کرتا ہے! جیسا کہ ایران پر حملے کے حوالے سے ہو رہا ہے۔

(حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی جانب سے جاری کردہ ایک پمفلٹ کا اقتباس)

ایران پر امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ: عالمی تسلط کے زوال کے اسباق اور عبرتیں

تحریر: انجینئر علی عبد الرحمن

(ترجمہ)

اس جنگ کے اثرات پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان ممالک، ان کے مآخذ اور ان کی رہنمائی کرنے والے نظریات کا جائزہ لیا جائے جو اس جنگ میں شامل ہیں۔

ہم سرمایہ دارانہ نظریے کے بحران اور اخلاقی گراوٹ سے آغاز کرتے ہیں: سرمایہ دارانہ نظریہ حالیہ صدیوں میں اپنی تعلیمات سے روحانی پہلو کو خارج کر کے اور مذہب کو زندگی سے الگ کرنے کی بنیاد پر شروع ہوا۔ اس علیحدگی نے ایک ایسی مادی درندگی کو جنم دیا جس نے انسانیت کو پس پشت ڈال دیا، اور اپنے ماننے والوں کو اس پستی میں گرا دیا جو چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ شاید ایپسٹین اور اس جیسے دیگر اسکینڈلز اس تہذیب کی محض ایک ساختی بیماری کی علامت ہیں جو لذت اور مفاد کو ہی اپنا معبود مانتی ہے۔ مفاد پرستی کے اسی تنگ زاویے سے ہمیں آج مشرق وسطیٰ میں بھڑکتی ہوئی جنگوں کو سمجھنا چاہیے۔

اول: آپریشن طوفانِ اقصیٰ اور 'نیو مڈل ایسٹ' کی ناکامی

غالباً طوفانِ اقصیٰ نے ان ظالم حکومتوں کے ذریعے شروع کیے گئے تعلقات کی بحالی (نارملائزیشن) کے گناہ آلود منصوبوں کا راستہ کسی حد تک روک دیا ہے۔ ٹرمپ اور ان کے دھڑے کی نمائندگی میں امریکی انتظامیہ کے تکبر کے سائے میں ایک ایسے 'نیو مڈل ایسٹ' کی تشکیل کی کوشش شروع ہوئی جس کا مقصد صرف سیاست سے مذہب کو نکالنا نہیں تھا، بلکہ 'ابراہیمی معاہدوں' کے ذریعے ہر حقیقی مذہبی شناخت کو ختم کرنا تھا۔

ایران اور خطے کی قوتوں کے خلاف موجودہ کشیدگی کا اسٹریٹجک مقصد جمہوریت پھیلانا نہیں ہے، بلکہ میدان کو اس لیے خالی کرنا ہے تاکہ یہودی وجود بلا شرکتِ غیرے واحد علاقائی طاقت بن جائے، جس کے پاس میزائلوں کا ذخیرہ اور ایٹمی عزائم ہوں، تاکہ اس قوم کی حفاظت کی جا سکے جسے قرآن نے زندگی کا سب سے زیادہ حریص قرار دیا ہے۔

دوم: آلہ کار بننے کا وہم۔۔۔جب ٹشو پیپرز کا کام ختم ہو جاتا ہے

حقیقت یہ ظاہر کرتی ہے کہ ایرانی نظام نے افغانستان، عراق، یمن اور شام میں شر کے سرغنہ امریکہ کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں، جس کا ایرانی سیاست دانوں نے بڑی ڈھٹائی سے اعتراف بھی کیا ہے! ایران نے اس مجرمانہ ہاتھ کا کردار ادا کیا جسے مغرب نے امت میں اٹھنے والی کسی بھی مخلصانہ تحریک کو کچلنے اور ان نقصان دہ نظاموں کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا جنھوں نے اسلامی ممالک کو لوٹ مار، جبر اور ظلم کی چراگاہوں میں بدل دیا۔

لیکن یہاں سب سے اہم سبق 'میعاد ختم ہونا' (expiry) ہے۔ سرمایہ دارانہ عرف میں یہ حکومتیں حلیف نہیں بلکہ صفائی کرنے والے وہ ٹشو پیپرز اور عارضی اوزار ہیں جنہیں کام ختم ہوتے ہی کچرے دان میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہاں سے ہم ان ممالک میں موجود ہر ذی شعور کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ نجات مغرب کی گود میں گرنے میں نہیں، بلکہ کفر کے نظاموں سے تعلقات توڑنے، ملک کی سیاست کو اللہ کی شریعت کے مطابق چلانے اور ہمارے ممالک میں فساد مچانے والوں کے ساتھ دشمنی کو ہی ایک فطری حالت بنانے میں ہے۔

سوم: بین الاقوامی افراتفری اور ساکھ کا ٹوٹنا

عصری واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مادی طاقت ہی سب کچھ نہیں ہے:

روس: اس نے سوچا تھا کہ وہ یوکرین کا معاملہ چند دنوں میں حل کر لے گا، لیکن برسوں سے اس دلدل میں دھنس کر اپنی طاقت گنوا رہا ہے۔

یہودی وجود: مکمل بین الاقوامی حمایت اور عربوں کی شرمناک بے حسی کے باوجود، کئی مہینوں کی طویل جنگ کے بعد بھی وہ فوجی طریقے سے اپنے بیشتر قیدیوں کو رہا کرانے میں ناکام رہی، اور اسے صرف مکر و فریب سے ہی کامیابی مل سکی۔

اس افراتفری نے مغربی کیمپ کے اندر دراڑ پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ سینیٹر کرس وان ہولن جیسے لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں جنھوں نے امریکہ کو جنگ میں گھسیٹنے کو حماقت قرار دیا، اور سینیٹر رینڈ پال نے بھاری اخراجات پر تنقید کی، یہاں

تک کہ "جے اسٹریٹ" اور "JVP" جیسی یہودی تنظیموں نے بھی غیر اخلاقی ہونے کی بنیاد پر اس جنگ کی مذمت کی۔ اگرچہ یہ آوازیں محض مصلحت پسندی یا اپنی آسائشوں کے چھن جانے کے خوف سے اٹھ رہی ہیں، لیکن یہ سرمایہ دارانہ نظریے کے داخلی محاذ کے ٹوٹنے کی تصدیق کرتی ہیں۔

چوتھا: ایک نیا 'بعاث' اور خلافت کی خوشخبری

آج مسلمانوں کو ان تنازعات (روس یوکرین جنگ اور علاقائی قوتوں کی بے چینی) کو ایک نئے 'یومِ بعاث' کے طور پر دیکھنا چاہیے، جو رومیوں اور فارسیوں کے اس ٹکراؤ سے مشابہ ہے جو بعثتِ نبوی کے دور میں ہوا تھا اور جس کا ذکر قرآنِ کریم نے سورہ روم میں کیا ہے۔ بڑی طاقتوں کا ایک دوسرے کو کمزور کرنا ان سلطنتوں کے زوال کے لیے ایک الٰہی تمہید ہے، اور مسلمانوں کے لیے قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کی تیاری ہے۔ شام اور عراق میں ظالموں کا انجام اور علاقائی و بین الاقوامی طاقتوں کے تخت و تاج کا لرزنا ان لوگوں کے لیے ربانی اشارے ہیں جو اللہ کی شریعت کے نفاذ کے لیے کوشاں ہیں۔ آج کی دنیا مغربی تہذیب کی تاریکی کے نیچے سسک رہی ہے، اور اسلامی تہذیب کے سوا اس کا کوئی نجات دہندہ نہیں جو اس درندگی کا خاتمہ کر سکے۔

خاتمہ: اللہ کا وعدہ کبھی نہیں ٹلتا

وہ ریاستیں جنہیں ہم آج جدید ترین اسلحے سے لیس دیکھ رہے ہیں، وہ حقیقت میں اللہ کی طاقت اور اس کی نصرت کے سامنے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ جس رب نے قدیم و جدید دور کے سرکشوں کو ہلاک کیا، وہی اپنے فضل کی تکمیل کرنے اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ "بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے" (سورۃ غافر: آیت 51)

ولایہ شام میں حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس

کیا کرغیزستان میں ایک اور بغاوت ہو رہی ہے؟

تحریر: استاد ایلڈر رخمزین

(ترجمہ)

10 فروری 2026 کو کرغیز صدر جباروف کی ویب سائٹ پر یہ اطلاع دی گئی: "کامچی بیک تاشئیف کو نائب وزیر اعظم اور قومی سلامتی کی ریاستی کمیٹی کے چیئرمین کے عہدے سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ کرغیزستان کے صدر جباروف نے ایک فرمان پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت دستورِ کرغیزستان کی دفعہ 70، حصہ 1، پیراگراف 4 اور دفعہ 71 کے مطابق کامچی بیک کیدیرشائیویچ تاشئیف کو نائب سربراہ کابینہ اور قومی سلامتی کی ریاستی کمیٹی کے چیئرمین کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا ہے"۔

کامچی بیک تاشئیف صدر جباروف کے دیرینہ دوست ہیں۔ ان دونوں نے اپنے سیاسی سفر کا آغاز ایک ساتھ 2010 میں کیا تھا، اور وہ تاشئیف ہی تھے جنہوں نے ملک میں ہونے والے گزشتہ انقلاب کے دوران 2020 میں جباروف کو جیل سے نکالنے میں مدد کی تھی۔ جباروف نے 2017 کے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن انہیں گرفتار

کر لیا گیا اور دس سال قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ جباروف جنوری 2021 میں صدر بنے اور انہوں نے فوراً ہی اپنے دوست تاشئیف کو قومی سلامتی کی ریاستی کمیٹی کا سربراہ مقرر کر دیا۔

گزشتہ پانچ سالوں کے دوران، ان دونوں نے کندھے سے کندھا ملا کر کام کیا ہے۔ تاشئیف کا تعلق ملک کے جنوبی قبیلے سے ہے، جبکہ جباروف کا تعلق شمالی قبیلے سے ہے۔ صدر جباروف اقتدار کا ظاہری چہرہ ہیں، جبکہ تاشئیف اس کا طاقتور بازو رہے ہیں۔ جب جباروف سیاسی اور قانونی معاملات میں مصروف رہے، تو تاشئیف نے اندرونی طور پر تمام مشکل کام سنبھالے، جن میں بدعنوانی کا خاتمہ، تاجروں، اپوزیشن اور مجرموں کی گرفتاریاں وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے ملک کو ناپسندیدہ اور بے لگام عناصر سے پاک کر دیا، جس کے نتیجے میں وہ صدر کے بعد ملک کی سب سے بااثر شخصیت بن گئے۔

کرغیزستان اب بھی روس کے زیرِ اثر ہے، کیونکہ اس کی معیشت، تجارت، توانائی اور محنت کشوں کی ہجرت روس ہی کے دائرہ اثر میں ہے۔ جہاں تک سیکیورٹی فورسز کا تعلق ہے، کرغیزستان نے گزشتہ پانچ سالوں میں اپنے حفاظتی اداروں، خاص طور پر قومی سلامتی کی ریاستی کمیٹی کے حجم میں کئی گنا اضافہ کیا ہے اور اسے وسیع اختیارات دیے ہیں۔ یہ سب کچھ روس کی مالی امداد اور اس کی قیادت میں ہوا ہے۔ کرغیزستان کریملن کے منصوبوں جیسے کہ 'اجتماعی سلامتی کے معاہدے کی تنظیم' (CSTO)، 'یوریشین اکنامک یونین' اور 'شنگھائی تعاون تنظیم' (SCO) میں بھی شریک ہے۔

یقیناً، ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے: صدر جباروف نے اپنے لیے اتنی اہمیت رکھنے والی شخصیت کو کیوں الگ کر دیا، جبکہ وہ اب بظاہر سہارے کے بغیر ہیں؟ اور کسی نئے انقلاب کی صورت میں اب ان کی حفاظت کون کرے گا؟ کیونکہ آخرکار کرغیزستان کے عوام جلد مشتعل ہونے والے اور حکومت کا تختہ الٹنے کی تاریخ رکھتے ہیں، جیسا کہ 24 مارچ 2005 کے ٹیولپ انقلاب، 7 اپریل 2010 کے انقلاب، اور 5-6 اکتوبر 2020 کے واقعات میں دیکھا گیا۔

جباروف نے تاشئیف کو اس وقت عہدے سے ہٹایا جب وہ جرمنی میں زیرِ علاج تھے۔ کرغیزستان واپسی پر تاشئیف کو گرفتار نہیں کیا گیا، جیسا کہ ایسے ممالک میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ مزید برآں، تاشئیف نے اس فیصلے کو انتہائی تحمل اور خاموشی سے تسلیم کیا اور اپنے خطاب میں لوگوں سے ملک کے امن و استحکام کی خاطر "کوئی بھی غیر قانونی کام نہ کرنے" کی اپیل کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سارا عمل پہلے سے طے شدہ تھا۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ماسکو، جو اس جوڑی کی نگرانی کرتا ہے، مکمل طور پر خاموش رہا اور اس اقدام پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

تاشئیف کی برطرفی کے فوراً بعد، جباروف نے قومی سلامتی کے ڈھانچے میں تبدیلیوں کے احکامات جاری کر دیے۔ قومی سلامتی کے ادارے کے ماتحت کام کرنے والے بارڈر گارڈز (سرحدی محافظوں) اور نویں سروس کو اسٹیٹ سیکیورٹی سروس (ریاستی حفاظتی سروس) میں منتقل کر دیا گیا، تاکہ وہ براہِ راست صدر کے ماتحت ہو جائیں۔ دوسرے لفظوں میں، وہ تمام طاقتیں جو تاشئیف کے زیرِ استعمال تھیں، بغیر کسی مزاحمت کے صدر کے براہِ راست کنٹرول میں منتقل کر دی گئیں۔ عوام میں ایک غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی ہے، نہ تو کوئی بڑے پیمانے پر جھڑپیں ہو رہی ہیں اور نہ ہی کسی بدامنی یا انقلاب کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

یہ پورا عمل جنوری 2027 میں ہونے والے صدارتی انتخابات کے تناظر میں شروع ہوا ہے۔ اس سے قبل، نومبر 2025 میں جباروف نے پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا تھا اور قبل از وقت انتخابات کرائے تھے، تاکہ 2027 کے انتخابات سے قبل ایک ایسی پارلیمنٹ تشکیل دی جا سکے جو زیادہ سے زیادہ وفادار ہو، حالانکہ اگلے پارلیمانی انتخابات نومبر 2026 تک شیڈول نہیں تھے۔ جہاں تک خود ان انتخابات کا تعلق ہے، جباروف جنوری 2021 میں 2010 کے پرانے دستور کے تحت منتخب ہوئے تھے، جس میں دوبارہ انتخاب کے حق کے بغیر چھ سالہ صدارتی مدت مقرر تھی۔ جباروف اب دستور میں ترمیم کرنے پر کام کر رہے ہیں جس کا مقصد قانون میں ایسی تبدیلی لانا ہے جو انہیں پانچ پانچ سال کی دو مدتوں کے لیے صدارتی امیدوار بننے کی اجازت دے سکے۔ اس طرح کے ممالک میں یہ ایک عام طریقہ کار ہے، اور اگر کوئی شخص طاقتور ہو اور اسے عوامی حمایت حاصل ہو، تو وہ تاحیات برسرِ اقتدار رہتا ہے، جیسا کہ تاجکستان، بیلاروس، روس اور دیگر ممالک میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کرغیزستان ایک طویل عرصے تک لبرل رہا، لیکن تاشئیف اور جباروف کی جوڑی کے برسرِ اقتدار آنے سے وہاں کی صورتحال یکسر بدل گئی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرغیزستان میں اب ایک آمرانہ نظام قائم ہو چکا ہے۔ کرغیزستان بالآخر لبرل جمہوری ممالک کی صفوں سے نکل کر وسطی ایشیا کی ان دیگر ریاستوں میں شامل ہو گیا ہے جہاں تمام تر طاقت ایک ہی شخص کے ہاتھ میں مرکوز ہوتی ہے اور قوانین اس کے مقاصد اور خواہشات کے مطابق ڈھالے جاتے ہیں۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے رکن

حزب التحریر / ولایہ ترکی خلافت کے انہدام کی برسی کے موقع پر سرگرمیاں!

صلیبی برطانیہ اور استعماری کافر مغرب کی جانب سے، عرب اور ترک غداروں کے تعاون سے اسلامی ریاست (خلافتِ عثمانیہ) کے انہدام، امتِ مسلمہ کی زندگی سے اسلام کے نظامِ حکومت (خلافت) کو ختم کرنے اور مسلم ممالک کو کمزور کاغذی ریاستوں میں تقسیم کرنے، جن پر استعماری کافر کے ایجنٹ حکومت کرتے ہیں، کی 105ویں ہجری اور 102ویں عیسوی برسی کے موقع پر۔ اس المناک موقع اور اس دردناک یاد کو تازہ کرنے کے لیے حزب التحریر ولایہ ترکی نے ترکی بھر میں 50 مقامات پر بیک وقت وسیع پیمانے پر سیمینارز اور ملاقاتوں کا سلسلہ منظم کیا جس کا عنوان تھا:

"خلافت کوئی انتخاب نہیں بلکہ شرعی ضرورت ہے!"

ان سرگرمیوں اور سیمیناروں میں مسلمانوں کی شرکت مثالی تھی، تاکہ منہجِ نبوت پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کے دوبارہ آغاز کے لیے سنجیدہ جدوجہد کی حمایت اور نصرت کی جا سکے، جس کا وعدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے: ﴿**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً...**﴾ "اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو عطا فرمائی تھی جو ان سے پہلے تھے، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور مضبوطی سے قائم کر دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کی حالت کے بعد اسے امن سے بدل دے گا..." (سورۃ النور: آیت 55)۔ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشخبری جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی جیسا کہ امام احمد نے مسند میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: «**... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ**» "... پھر جبر کی بادشاہت ہو گی، پس جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اسے اٹھا لے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی"۔

روزہ اس لیے فرض نہیں کیا گیا کہ اس کا اثر صرف مسجدوں تک رہے

امتِ مسلمہ پر رمضان المبارک ایک ایسے وقت میں گزر رہا ہے جب وہ سیاسی بکھراؤ، ریاستوں کی کثرت اور جابرانہ و نقصان دہ نظاموں کے تسلط کا شکار ہے، جبکہ دوسری طرف بڑی طاقتیں اس پر ٹوٹ پڑی ہیں، اس کے مقدسات کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور اس کے وسائل لوٹے جا رہے ہیں۔ اس مبارک مہینے میں سب سے اہم بات جو ذہن نشین ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ روزہ امت کی تربیت تقویٰ پر کرتا ہے، اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ امت اسلام کو اپنی زندگی کا مکمل اور غیر مبہم نظام بنائے۔ حکمرانی میں بھی اور طرزِ عمل میں بھی، معیشت میں بھی اور معاشرت میں بھی، اور اندرونی معاملات میں بھی اور بیرونی تعلقات میں بھی۔

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روزہ محض اس لیے فرض نہیں کیا کہ اس کا اثر صرف مسجدوں تک محدود رہے، بلکہ اس لیے کہ وہ ایک ایسی امت کی تشکیل کرے جو اپنے دین پر فخر کرے، اس کے حکم کے قیام کے لیے کام کرے اور اس کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔ امت کی وحدت کوئی خواب نہیں بلکہ ایک شرعی فریضہ اور تقدیر ساز ضرورت ہے، جو منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، جو امت کو ایک پرچم تلے متحد کر دے اور اسلام کا پیغام پوری دنیا تک پہنچائے۔

ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا محض ایک سیاسی معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، کیونکہ یہ اسلامی زندگی کا دوبارہ آغاز ہے اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے زمین میں خلافت اور غلبے کے اللہ کے وعدے کی تکمیل ہے۔ پس رمضان وہ مہینہ ہے جس میں نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، لہٰذا اسے اللہ کے ساتھ اس عہد کی تجدید کا مہینہ ہونا چاہیے کہ اس کے دین کی نصرت کریں گے، اس کی حکمرانی قائم کریں گے اور کلمہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کے جھنڈے تلے امت کی وحدت کے لیے بھرپور کوشش کریں گے۔

قوانینِ الٰہی عمل نہ کرنے والوں کو متبادل فراہم نہیں کرتے

دنیا آج ایک عالمگیر 'یومِ بعاث' (جنگ و خلفشار) جیسی صورتحال سے دوچار ہے، یہ مشابہت کسی خاص واقعے کے لحاظ سے نہیں بلکہ ماضی کے 'بعاث' میں جو ہوا تھا اس سے مماثلت کے لحاظ سے ہے: ایک بین الاقوامی نظام جو بوسیدہ ہو رہا ہے، فحش اقدار بے نقاب ہو رہی ہیں، ظالمانہ قانونیت گر رہی ہے اور ایک جھوٹی ہیبت بکھر رہی ہے۔ مگر قوانینِ قدرت (سننِ الٰہی) خود بخود کام نہیں کرتے، اور نہ ہی وہ ان لوگوں کو متبادل فراہم کرتے ہیں جو پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لیے کام نہیں کرتے۔ مغربی نمونے کے زوال سے جو خلا پیدا ہو رہا ہے وہ بذاتِ خود کوئی متبادل منصوبہ نہیں رکھتا، بلکہ وہ زمین و آسمان کے نگہبان اللہ کے حکم، تدبیر اور تقدیر سے راستہ کھولتا ہے اور رکاوٹوں کو دور کرتا ہے، ان لوگوں کے لیے جو اسلامِ عظیم کے پیغام کے لیے ایک حقیقی منصوبے کے طور پر کام کر رہے ہیں تاکہ انسانیت کو اس سرمایہ داری سے بچایا جا سکے جس نے اسے کچل دیا ہے، اور اس جمہوریت سے نجات دلائی جا سکے جس نے اسے ہر اعلیٰ قدر سے خالی کر کے بغیر کسی رہنمائی کے بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

تاہم، یہ حقیقی اسلامی نظام جو اس خلا کو پُر کرے گا، محض انتظار کرنے یا دوسرے کے خود بخود گرنے پر تکیہ کرنے سے حاصل نہیں ہو گا۔ جس طرح ریاستِ مدینہ 'بعاث' کے کھنڈرات پر خود بخود تعمیر نہیں ہوئی تھی، اسی طرح آج کوئی بھی تہذیبی نشاۃِ ثانیہ محض موجودہ نظام کے انہدام پر کھڑی نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ اس حقیقی اسلامی نظام کو نافذ کرنے، اس کے احکامات کو لاگو کرنے اور انسانیت کو بچانے کے لیے سنجیدہ کام اور جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔

بعاث کوئی انجام نہیں تھا بلکہ ایک تمہید تھی، اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کوئی معجزہ نہیں تھی بلکہ یہ محنت، وابستگی اور صبر کا ثمر تھی۔ آج، حقائق کے اس بڑے انکشاف کے لمحے میں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھے گا جو گر گئے اور تباہ ہو گئے، بلکہ وہ ہم سے ہمارے اعمال اور اسلامِ عظیم کی عمارت کی تعمیر میں اس کے حکم کی پاسداری کے بارے میں سوال فرمائے گا۔

فتوحات کے مہینے، بابرکت رمضان، میں پاکستان کی مسلح افواج اور افغانستان کے مجاہدین کے نام ایک پیغام

تحریر: مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

اے پاکستان کی مسلح افواج اور افغانستان کے مجاہدین میں شامل بھائیو!

رمضان فتوحات کا مہینہ ہے، جس میں مسلمان صدیوں تک ایک امام کے ماتحت دشمنوں کے خلاف لڑے۔ جہاں تک اس رمضان کا تعلق ہے، اسے یہودی وجود، ہندو ریاست اور امریکی صلیبیوں کے خلاف فتوحات کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن اس کی بجائے، ہم دیکھتے ہیں کہ افغانستان کے مجاہدین اور پاکستان کی مسلح افواج کے درمیان شدید لڑائی ہو رہی ہے، جس میں پاکستان کی فوج نے اتوار 22 فروری 2025 کی صبح بڑے پیمانے پر فضائی حملے کیے ہیں۔

لڑنے والے دونوں فریقین کے پاس اپنی لڑائی کے لیے جواز موجود ہیں۔ ایک طرف مجاہدین کا کہنا ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے افغانستان پر امریکی حملے میں امریکہ کی مدد کی، اور وہ شریعت کے مطابق حکمرانی نہیں کرتے۔ دوسری

طرف، پاکستان کی مسلح افواج کا کہنا ہے کہ مجاہدین کو پاکستان میں مسلح افواج اور سیکیورٹی اہلکاروں پر حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور انہیں طاقت کے ذریعے روکا جانا چاہیے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ یہ لڑائی کئی سالوں تک جاری رہے گی، جس میں مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہوں گے، جبکہ مسلمان دونوں طرف سے مسلمانوں کے جنازے اٹھائیں گے۔

اے افغانستان کے مجاہدین میں شامل بھائیو!

اگرچہ یہ سچ ہے کہ پاکستان کے حکمران شریعت نافذ نہیں کرتے اور امریکہ کے ایجنٹ ہیں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ سنت نے ان سے نمٹنے کا ایک طریقہ متعین کیا ہے۔ خروج کا حکم اس حکمران پر لاگو ہوتا ہے جس کے ساتھ شرعی بیعت کا معاہدہ ہوا ہو، وہ اسلام کے مطابق حکمرانی کرتا ہو اور پھر کھلے کفر کے ساتھ اسلام کی حکمرانی سے دستبردار ہو جائے۔ تاہم، پاکستان کے حکمرانوں نے کبھی اسلام کے مطابق حکمرانی نہیں کی، اور نہ ہی کبھی کریں گے۔ مزید برآں، وہ اپنے آقا ٹرمپ کی خدمت کے طور پر ان لوگوں کو قید اور تشدد کا نشانہ بناتے ہیں جو ایک ہی خلافت کے تحت مسلمانوں کی وحدت کی پکار بلند کرتے ہیں۔

ایسے حکمرانوں کو ہٹانے کا شرعی حکم نصرۃ (عسکری مدد) کا حکم ہے، جو بیعتِ عقبہ ثانیہ سے واضح ہے، جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اوس اور خزرج کے جنگجوؤں نے ایک دوسرے سے لڑنا بند کر دیا، حالانکہ وہ جہالت کے قبائلی تعصب کی بنیاد پر برسوں سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کی رضا کے لیے اسلام کی بنیاد پر اتحاد کیا، اور پھر یثرب کے ظالموں کی جگہ اسلامی حکمرانی قائم کی۔ اسی طرح مدینہ منورہ کو اسلام کے ایک حقیقی قلعے کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔

اب، اگر عسکری قوت اور تحفظ فراہم کرنے والے لوگ، یعنی مجاہدین اور مسلح افواج، ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوں اور ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں، تو ہم نصرۃ کے حکم کو کیسے نافذ کریں گے؟ اگر ہم قبائلیت اور قوم پرستی کی بنیاد پر علاقائی لڑائی میں الجھے ہوئے ہیں، تو ہم ہمیں تقسیم کرنے والی استعماری ڈیورنڈ لائن کو ختم کرنے کے لیے کیسے کام کر رہے ہیں؟ اور اگر ہم مہینوں اور سالوں تک حملوں اور جوابی کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے، تو ہم افغانستان اور پاکستان کو ایک طاقتور خلافت کے طور پر متحد کرنے کے لیے کیسے کام کر رہے ہیں؟ کیسے؟!

تو ذرا غور کریں، اگر پاکستان کی مسلح افواج کے لاکھوں مسلمانوں اور افغانستان کے مجاہدین کے لیے اسلام کے دشمنوں کے خلاف ایک متحدہ فوجی قوت بننے کا کوئی راستہ موجود ہو، تو کیا اس کا سنجیدگی سے جائزہ نہیں لیا جانا چاہیے؟

اے پاکستان کی مسلح افواج میں شامل بھائیو!

اگرچہ پاکستان کے حکمرانوں کو ہٹانے کا طریقہ 'خروج' نہیں ہے، لیکن درج ذیل وجوہات اور ان کے علاوہ بہت سی دیگر وجوہات کی بنا پر انہیں ہٹانا آپ پر شرعی فریضہ ہے:

پہلی وجہ: پاکستان کے حکمران اسلام کے مطابق حکمرانی نہیں کرتے، باوجود اس کے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَأَنْ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ**﴾ "اور (اے نبی ﷺ!) آپ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور ان سے ہوشیار رہیں کہ کہیں یہ آپ کو اس (وحی) کے کسی حصے سے بہکا نہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے"[سورہ المائدہ 5:49]۔ اس کی بجائے، وہ برطانوی استعمار کے دور اور موجودہ امریکی استعمار کے بنائے ہوئے انسانی قوانین کے ذریعے حکمرانی کرتے ہیں۔ ان کا آئین قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی ﷺ سے ماخوذ نہیں ہے، بلکہ یہ انسانوں کا بنایا ہوا ہے جس کی توثیق ارکانِ پارلیمنٹ کی اکثریت نے کی ہے۔

دوسری وجہ: پاکستان کے حکمران قوم پرستی کی بنیاد پر مسلمانوں کی تقسیم کو برقرار ہوئے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ**» "جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑتے ہوئے مارا گیا، جو عصبیت کی طرف بلاتا ہو یا عصبیت کی حمایت کرتا ہو، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے"[مسلم]۔ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان سرحدوں کو ختم کرنے کے لیے کبھی کام نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کریں گے، بلکہ اس کے بجائے وہ ہر موقع پر قوم پرستانہ تعصب کو ہوا دیتے ہیں۔

تیسری وجہ: پاکستان کے حکمران معیشت کے حوالے سے شرعی احکام نافذ نہیں کرتے۔ ایک نمایاں اور حالیہ مثال کے طور پر، وہ اب امریکی کمپنیوں کے لیے پاکستان کے 'نایاب زمینی عناصر' (Rare Earth Elements) کے استحصال کے دروازے کھول رہے ہیں، حالانکہ یہ ان بہت سے وافر معدنیات میں سے ہیں جو مقدار میں محدود نہیں ہیں، اور جو

تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہیں۔ اس کے لیے شرعی دلیل (دلیل) ابیض بن حمال کی روایت سے ہے، **«أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَاسْتَقْطَعَهُ فَأَقْطَعَهُ الْمِلْحَ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَدْرِي مَا أَقْطَعْتَهُ إِنَّمَا أَقْطَعْتَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَ فِيهِ»** "کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں ایک مخصوص جائیداد الاٹ کر دی جائے، جو آپ ﷺ نے نمک کے ذخائر میں سے الاٹ کر دی۔ جب وہ واپس مڑے تو ایک شخص نے کہا: 'اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے انہیں کیا الاٹ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے انہیں وہ چیز الاٹ کی ہے جو وافر (بہتے پانی کی طرح) ہے'۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے وہ ان سے واپس لے لی" [صحیح ابن حبان]۔ چنانچہ، ایسی معدنیات سے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچنا چاہیے تاکہ جہاں کہیں بھی مسلمان ہوں ان کی غربت ختم ہو سکے، اور انہیں نہ تو قومی ملکیت (Nationalized) میں لیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نجی ملکیت (Privatized) میں دیا جا سکتا ہے۔

چوتھی وجہ: مقبوضہ کشمیر اور ہندو ریاست کے حوالے سے یہ ہے کہ ان ریاستوں کے ساتھ مستقل معاہدہ کرنا جائز نہیں ہے جو عملاً برسرِپیکار ہوں۔ مستقل لڑائی کو روکنا اور مستقل صلح (ہدنة) کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے جہاد معطل ہو جاتا ہے، جسے قیامت تک جاری رہنا چاہیے۔ مستقل صلح اسلام کی اشاعت کو بھی روکتی ہے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو زندگی کے تمام دیگر طریقوں پر غالب نہ کر دے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ**﴾ "ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لیے ہو جائے" [سورہ الانفال 8:39]، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ** "جہاد اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا، یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے لڑے گا" [ابو داؤد بحوالہ انس]۔ اس کے باوجود، پاکستان کے حکمرانوں نے 2019 میں کشمیر کا سودا کرنے کے بعد، اور مئی 2025 میں کشمیر کو آزاد کرانے کا سنہری موقع ضائع کرنے کے بعد، بھارت کے ساتھ جنگ بندی مسلط کر رکھی ہے۔

پانچویں وجہ: غزہ میں ہونے والی نسل کشی کے حوالے سے ہے؛ آپ کو دو سال سے زائد عرصے تک یہودی وجود کے خلاف لڑنے سے روکے رکھنے کے بعد، اب پاکستان کے حکمران ٹرمپ کے 'امن بورڈ' (Board of Peace) کے

تحت یہودی وجود کے اتحادی بن گئے ہیں۔ تاہم، جب کوئی ایسی ریاست، جس کے ساتھ ہم عملاً حالتِ جنگ میں ہوں، مکمل طور پر اسلامی سرزمین پر قائم ہو، اس طرح کہ اس کے وجود میں ایسی کوئی زمین شامل نہ ہو جسے مسلمانوں نے ابھی تک فتح نہ کیا ہو، جیسے کہ "اسرائیل"، تو لڑائی اس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک کہ یہودی وجود کا خاتمہ نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی زمینیں اس سے آزاد نہ کرا لی جائیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ "پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر کی ہے" [سورہ البقرہ 2:194]۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾ "اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے" [سورہ البقرہ 2:191]۔

چھٹی وجہ: جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے، جو پاکستان کے حکمرانوں کا آقا ہے، تو امت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسری ریاستوں کے ساتھ فوجی معاہدے کرے، جیسے کہ باہمی دفاع کے معاہدے، باہمی سلامتی کے معاہدے، اور ان سے متعلق کوئی بھی فوجی سہولت کاری، جیسے کہ فوجی اڈے، ہوائی اڈے یا بندرگاہیں کرائے پر دینا۔ اسی طرح کافر ریاستوں اور ان کی افواج سے مدد (استعانت) طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ان ریاستوں سے قرضے اور امداد لینا جائز ہے۔

یہ معاہدے اسلام میں حرام ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو کافر ریاستوں کے ساتھ ایسے معاہدے کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کفر کے جھنڈے تلے، یا کفر کی خاطر، یا کسی کافر ریاست کی طرف سے لڑنا حرام ہے، اور یہ بھی حرام ہے کہ کسی کافر کو مسلمانوں پر یا اسلام کی سرزمین پر کوئی اختیار دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو کافر ریاستوں سے مدد (استعانت) مانگنے سے منع فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ نے مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل کرنے سے منع فرمایا تھا، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا تَسْتَضِيئُوا بِنَارِ الْمُشْرِكِينَ "مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو" [احمد]۔ یہاں آگ سے مراد کنایتاً جنگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: «فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ» "ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے" [صحیح ابن حبان]۔

اور یہ پاکستان کے حکمرانوں کے ان جرائم میں سے محض چند ایک ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔ تو پھر آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس کھلی نافرمانی پر ان حکمرانوں کو کیوں نہیں ہٹاتے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ أَوْ كَرِهَ إِلاَّ أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ** "ایک مسلمان پر (حکمران کی) بات سننا اور ماننا لازم ہے، چاہے اسے پسند ہو یا ناپسند؛ سوائے اس کے کہ اسے کسی معصیت (نافرمانی) کا حکم دیا جائے۔ پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے، تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا ہے"[احمد]۔

اے پاکستان کی مسلح افواج اور افغانستان کے مجاہدین میں شامل بھائیو!

جب تم آپس میں لڑتے ہو تو تمہارے دشمن خوش ہوتے ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان تصادم کا اصل فائدہ بھارت اور امریکہ کو ہو رہا ہے۔ ہمارے دشمن دہشت گردی کے خلاف تعاون کے نام پر فتنے کی جنگ بھڑکا کر ہمیں کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کے مخلص عناصر کو اس وسیع تر جغرافیائی سیاسی منظرنامے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ حکمرانوں کو ہٹا کر اور پاکستان و افغانستان کو ایک طاقتور خلافت کی ریاست میں متحد کر کے سازشیوں کے سروں پر پانسہ پلٹنے کے لیے اپنی قوتیں یکجا کر دیں۔

حزب التحریر اب کئی سالوں سے آپ سب کے ساتھ رابطے میں ہے۔ یہ قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی ﷺ کی بنیاد پر آپ کو نصیحت کرنے اور آپ کا محاسبہ کرنے سے باز نہیں آئے گی۔ یہ ایسا اس لیے کرتی ہے کیونکہ یہ آپ کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتی ہے۔ لہٰذا، یہ آپ سے مطالبہ کرتی ہے کہ آپ اپنے درمیان جاری لڑائی کو ختم کر دیں، جیسا کہ اوس اور خزرج نے کیا تھا، اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں۔ اس رمضان کو قبضے، استعمار، ظلم اور اندھیروں کے خاتمے کا نقطہ آغاز بنا دیں۔ اللہ کرے کہ آپ سب آزاد کشمیر کے ساتھ ساتھ آزاد مسجدِ اقصیٰ میں بھی تکبیریں بلند کریں۔

احساسات کی وحدت کو صفوں اور فیصلے کی وحدت میں بدلنا ہو گا

مسلم ممالک کی سیاسی تقسیم نے ہر ملک پر مغرب کے ایک ایسے ایجنٹ کو مسلط کر دیا ہے جو فلسطین کو امت کے مفادات کے بجائے اپنے (مغربی آقا کے) مفادات کی عینک سے دیکھتا ہے۔ اس کے باوجود، جب بھی سرحدیں بند کی جاتی ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ دل کھلے رہتے ہیں اور یکجہتی کا جذبہ پھر سے تازہ ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تعلق اور وابستگی کی چنگاری ابھی بجھی نہیں، لیکن اسے ایک ایسے سیاسی ڈھانچے کی ضرورت ہے جو اس جذبے کو عمل میں بدل سکے۔

رمضان المبارک اس حقیقت پر نظرِ ثانی کا ایک بہترین موقع ہے، اور یہ نظرِ ثانی محض دعا اور گریہ وزاری تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کے لیے گہری سوچ بچار کی ضرورت ہے کہ: یہ منظر بار بار کیوں دہرایا جاتا ہے؟ ایسے بغیر کسی بنیادی تبدیلی کے کیوں برقرار رہتے ہیں؟ کیا مسئلہ وسائل کی کمی ہے، یا اس سیاسی نظام کی نوعیت ہے جو ریاستوں کے تعلقات کو کنٹرول کرتا ہے اور ان کی نقل و حرکت کی حدیں طے کرتا ہے؟

اگر مظلوم کی نصرت و مدد کو چھوڑ دینا ایک اجتماعی گناہ ہے، تو اس گناہ سے نکلنے کا راستہ شعور سے شروع ہوتا ہے۔ یہ شعور کہ یہ مسئلہ صرف انسانی ہمدردی کا نہیں بلکہ سیاسی بھی ہے۔ اور یہ کہ احساسات کی وحدت کو ایک نہ ایک دن ریاست کی وحدت اور فیصلے کی وحدت میں تبدیل ہونا ہو گا۔ تب ہی فلسطین محض خبروں کی ایک سرخی نہیں بلکہ ایک عملی ترجیح بنے گا۔

غزہ نے درد محسوس کرنے والی امت اور نفع نقصان کا حساب کرنے والے ایجنٹ حکمرانوں کے درمیان خلیج کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اس نے یہ حقیقت عیاں کر دی کہ مسئلہ مسلمانوں کی تعداد یا ان کے وسائل میں نہیں بلکہ ان کے باہمی تعلق کی صورت میں ہے۔ یہ ادراک خواہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، تبدیلی کی جانب پہلا قدم ہے۔ کیونکہ بیماری کی حقیقت کا اعتراف ہی علاج کی تلاش کا آغاز ہوتا ہے۔ اور امت کی وہ اصل دوا جو اس کے بکھرے ہوئے رشتوں کو پھر سے جوڑتی ہے اور مقبوضہ اسلامی سرزمینوں، بالخصوص فلسطین کو آزاد کراتی ہے، وہ منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ ہے۔

نبی ﷺ کی بشارتوں کی تکمیل کا وقت آگیا ہے، خواہ صلیبیوں کو ناگوار گزرے

اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کو غلبہ ملے، امت کی خلافت (ڈھال) اسے واپس ملے اور اسے زمین پر تمکن حاصل ہو۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایک ایسا خلیفہ راشد ہو جو مسلمانوں کی تمام افواج کو اکٹھا کر کے ہمارے ممالک میں عدم استحکام پیدا کرنے والے امریکی فوجی اڈوں کو نشانہ بنائے، جن میں سر فہرست ہمارے خطے میں اس کا سب سے بڑا اڈہ یعنی صیہونی وجود (اسرائیل) ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہماری افواج اپنے حقیقی جنگی عقیدے یعنی ایمان، توکل اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کی طرف لوٹ آئیں۔

اب وقت آگیا ہے کہ افواج میں موجود مخلص عسکری قائدین نبی ﷺ کی خوشخبریوں کو پورا کرنے کی جدوجہد کریں، خواہ صلیبی کتنا ہی اسے ناپسند کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا**

إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» "...پھر جبر کی بادشاہت ہو گی، پس جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اسے اٹھالے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی"۔ تو اے ہماری افواج میں موجود مخلص لوگو! تم میں سے کون ہے جو اس کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ (مدد) فراہم کرے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: **«لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ»** "تم یہودیوں سے ضرور لڑو گے اور انہیں قتل کرو گے"۔ تو تم میں سے کون ہے جو مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے امت کی افواج کی قیادت کے لیے آگے بڑھے گا؟ روایت ہے کہ: "جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے (احادیث) لکھ رہے تھے، تو آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: ان دو شہروں میں سے کون سا پہلے فتح ہو گا، قسطنطنیہ یا رومیہ (روم)؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرقل کا شہر (قسطنطنیہ) پہلے فتح ہو گا"۔ تو تم میں سے کون ہے جو یورپ کی فتوحات کی قیادت کرے گا یہاں تک کہ روم اسلام کے زیرِ نگیں آجائے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا»** "بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، پس میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا، اور یقیناً میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹی گئی"۔ تو تم میں سے کون ہے جو ایسی فوج تیار کرے گا جس کے ذریعے امت کی حکمرانی پوری دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے؟

نہضہ ڈیم میں امریکہ کا استعماری کردار

تحریر: استاد ناصر رضا

(ترجمہ)

پچھلی صدی کے اواخر سے ہی عالمی سیاست کے منجھے ہوئے کھلاڑی اور اسٹریٹجک ماہرین یہ بات کر رہے ہیں کہ 21ویں صدی پانی کی جنگوں کی صدی ہے۔ اسی لیے بڑی استعماری طاقتوں نے دنیا بھر میں پانی کے اہم اور حیاتیاتی وسائل پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے منصوبے اور پروگرام تیار کیے۔ ایتھوپیا میں ہیلا سلاسی کے دورِ حکومت کے دوران، زمین پر پانی کے سب سے بڑے ذخائر میں سے ایک، یعنی دریائے نیل کے طاس (بیسن) پر قبضے کے لیے امریکہ اور یہودی وجود نے اپنا کردار ادا کیا، یہ وہ دریا ہے جو سوڈان اور مصر سے ہوتا ہوا بحیرہ روم میں گرتا ہے۔

امریکی بیورو آف ری کلیمیشن (زرعی اصلاحات کے دفتر) نے 1956 اور 1964 کے درمیان نہضہ ڈیم (گرینڈ ایتھوپین رینائسنس ڈیم) کے حتمی مقام کا تعین کیا تھا۔ اس کا سنگِ بنیاد ایتھوپیا کے اس وقت کے وزیر اعظم میلیس زیناوی نے 2 اپریل 2011 کو رکھا تھا، جس کے بارے میں ایتھوپیا کا دعویٰ ہے کہ یہ 6450 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کے لیے ہے۔ اس کی تعمیر کا عمل 14 سال تک جاری رہا اور 9 ستمبر 2025 کو 4.8 بلین ڈالر کی لاگت سے اس کے افتتاح کا اعلان کیا گیا۔ 1988 میں ایک امریکی تحقیقی مطالعہ بعنوان "پورے طاس (بیسن) کے خطے میں امریکی موجودگی کو مضبوط کرنے کی حکمتِ عملی" شائع ہوا تھا، جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ جو پانی پر کنٹرول حاصل کر لے گا، وہ باقی ممالک پر اپنی پالیسیاں مسلط کر سکے گا۔

15 جولائی 2025 کو بی بی سی عربی نے امریکی صدر ٹرمپ کا نہضہ ڈیم کے حوالے سے یہ بیان نقل کیا کہ "امریکہ نے اس ڈیم کی مالی معاونت کی ہے اور اس بحران کا جلد ہی کوئی حل نکل آئے گا"۔ اسی طرح اسکائی نیوز عربی نے ان کا یہ قول بھی نقل کیا کہ "کسی مستقل معاہدے تک پہنچنے کے لیے مناسب تکنیکی مہارت، منصفانہ اور شفاف مذاکرات کے ساتھ ساتھ نگرانی اور ہم آہنگی کے لیے ایک مضبوط امریکی کردار کی ضرورت ہے، اور یہ کہ دریائے نیل کے تمام ممالک کے لیے ایک مستقل معاہدہ طے پانا ممکن ہے"۔ نیل کے پانی کے حوالے سے اس امریکی ثالثی کا سیسی (مصر) اور برہان (سوڈان) نے فوری طور پر خیر مقدم کیا۔

جہاں تک نہضہ ڈیم کے معاملے میں یہودیوں کے کردار کا تعلق ہے، تو لیبر مین نے 2009 میں اپنے دورے کے دوران اس کی تصدیق کی تھی، جس میں انہوں نے پانی کے 100 ماہرین کے ہمراہ نیل کے طاس کے نو ممالک کا دورہ کیا تھا۔ اس دورے کے دوران انہوں نے ان ممالک کے ساتھ کئی ڈیموں اور پانی کے منصوبوں کا اعلان کیا تھا، اور یقینی طور پر ان کا ایتھوپیا کا دورہ نہضہ ڈیم کے حوالے سے ہی تھا۔

امریکہ صرف نہضہ ڈیم پر ہی نہیں رکا، بلکہ اس نے نیلِ ازرق (بلیو نائل) کے بہاؤ پر چار دیگر ڈیموں کے لیے بھی مطالعہ پیش کیا، جن کے نام یہ ہیں: کارادوبی، من دایہ، مابیل، اور مقاتش۔ جن میں پانی ذخیرہ کرنے کی مجموعی گنجائش 200 بلین کیوبک میٹر ہے، اور ایتھوپیا نے پہلے ہی ان ڈیموں کی تعمیر شروع کر دی ہے۔

نہضہ ڈیم کے بارے میں کچھ حقائق:

1- یہ ڈیم سوڈان کی مشرقی سرحدوں سے محض 9 سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس کی پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 74 سے 76 بلین کیوبک میٹر ہے، اور یہ درحقیقت ایک "آبی ٹائم بم" ہے۔ اگر یہ ڈیم خدانخواستہ ٹوٹ جاتا ہے، تو یہ دریا کے دونوں طرف 20 کلومیٹر تک کے علاقے کو بہا لے جائے گا اور اپنے راستے میں آنے والے تمام ڈیموں کو تباہ کر دے گا۔ اس سے پانی کے بہاؤ کی شدت میں اس قدر اضافہ ہو جائے گا کہ سوڈان اور مصر میں دریا کے کناروں پر آباد 10 کروڑ سے زائد انسانوں کی زندگیوں کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

2- یہ دعویٰ کہ اس ڈیم کی تعمیر کا مقصد بجلی پیدا کرنا ہے، بالکل غلط اور باطل ہے، کیونکہ ڈیم پر پانی کا گراؤ 6000 فٹ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی بہت کم مقدار سے بھی اس وقت پیدا ہونے والی بجلی سے کئی گنا زیادہ بجلی بنائی جا سکتی ہے۔ اگر اس کا موازنہ چین کے دریائے یانگزے پر بنے "تھری گورجز ڈیم" سے کیا جائے، جس کی پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 39.3 بلین کیوبک میٹر ہے اور وہ 22.5 گیگاواٹ بجلی پیدا کرتا ہے، تو ثابت ہوتا ہے کہ چین نہضہ ڈیم کے مقابلے میں آدھے پانی سے چار گنا زیادہ بجلی پیدا کر رہا ہے۔

3- 1964 میں نہضہ ڈیم کے حوالے سے جو ابتدائی مطالعہ کیا گیا تھا، اس میں پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 11 بلین کیوبک میٹر بتائی گئی تھی، تو پھر ایسا کیا ہوا کہ اس ڈیزائن میں تبدیلی کر کے اسے 74 یا 76 بلین کیوبک میٹر کر دیا گیا؟ اس کے پیچھے اصل راز موسمیاتی تبدیلیاں اور زمین کی بڑھتی ہوئی تپش (گلوبل وارمنگ) ہے، جس نے پانی کی ضرورت کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔

4- اگرچہ 1902ء کے اس معاہدے کے تحت، جس پر انگلستان نے سوڈان، مصر اور ایتھوپیا کے درمیان دستخط کرائے تھے، ایتھوپیا کو سوڈان اور مصر کی تحریری منظوری کے بغیر نیلِ ازرق پر کسی بھی قسم کی کارروائی سے روکا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود ایتھوپیا نے یہ ڈیم تعمیر کر لیا۔ مزید برآں، مصر اور سوڈان کے ایجنٹ حکمرانوں نے 2015ء میں نام نہاد "اعلانِ اصول" (معاہدہ مبادی) پر دستخط کر کے اس تباہ کن ڈیم پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی، جس نے ایتھوپیا کو نیلِ ازرق کے پانیوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا حق دے دیا۔

5- ایتھوپیا نے ڈیم کے انتظام میں سوڈان اور مصر کی مداخلت کے کسی بھی حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، جس سے دونوں ممالک کو دوہرا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ یا تو ڈوبنے کا خطرہ، جیسا کہ اکتوبر 2025ء میں ہوا جب خریف کا موسم ختم ہونے کے بعد ایتھوپیا نے ڈیم کے دروازے کھول دیے جس سے پہلے سے بھرے ہوئے دریا میں پانی کا بہاؤ اتنا بڑھ گیا کہ سوڈان کے کئی علاقے اور یہاں تک کہ بالائی مصر بھی شدید سیلاب کی زد میں آ گئے۔ یا پھر خشک سالی کا خطرہ، جیسا کہ ایتھوپیا نے ڈیم بھرنے کے لیے جب دروازے بند کر کے پانی روکا تو نیلِ ازرق کا پانی اس قدر کم ہو گیا کہ وہ جگہ جگہ محض جوہڑوں کی شکل اختیار کر گیا، اور واٹر پمپ پینے کے لیے پانی نکالنے میں ناکام ہو گئے جس کے نتیجے میں سوڈان میں لاکھوں افراد پیاس کی شدت کا شکار ہوئے۔

6- "گریٹ افریقن رفٹ ویلی" (عظیم افریقی شگاف کی وادی) جیسے زلزلے کی زد میں رہنے والے خطے میں اتنی بڑی ذخیرہ اندوزی کی گنجائش والے ڈیم کی تعمیر نے یہاں زلزلوں کے خطرے کو کئی گنا بڑھا دیا ہے، جس سے خود ڈیم کے ٹوٹنے کا خطرہ بھی بڑھ گیا ہے۔ ماہرینِ ارضیات اور بین الاقوامی مراکز کے اعداد و شمار کے مطابق، ڈیم کی تعمیر سے قبل ایتھوپیا میں زلزلوں کی اوسط شرح سالانہ پانچ سے چھ ہوا کرتی تھی۔ لیکن ڈیم کی تعمیر اور بھرائی کے عمل کے آغاز کے ساتھ ہی ان اعداد و شمار میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ چنانچہ 2023ء میں تقریباً 38 زلزلے ریکارڈ کیے گئے، 2024ء میں یہ شرح بڑھ کر 90 تک پہنچ گئی، اور 2025ء میں مختلف شدت کے 250 سے زائد زلزلے ریکارڈ ہوئے، جن میں اکتوبر 2025ء کے شدید زلزلے بھی شامل ہیں۔ یہ وہی وقت تھا جب ایتھوپیا نے ڈیم کے مکمل بھر جانے کا اعلان کیا تھا، جس کے باعث زمین کی تہہ پر پانی کے دباؤ کو کم کرنے کے لیے اسے ڈیم کے دروازے کھولنے پڑے، جس کے نتیجے میں مذکورہ بالا سیلاب آئے۔ 2026ء کے آغاز سے بھی زلزلوں کی یہ لہر اسی تیزی سے جاری ہے اور ریکٹر اسکیل پر 5.5 شدت کے بار بار آنے والے جھٹکے انسانی زندگیوں کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکے ہیں۔

ان تمام حقائق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امریکہ اور یہودی وجود اس بحران میں کوئی ثالث نہیں بلکہ اس کے خالق ہیں، اور وہ نیل کے طاس پر نہضہ ڈیم اور دیگر ڈیموں کے ذریعے امت کو لگام ڈالنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے اگر انہیں غدار حکمرانوں اور بکاؤ میڈیا، سیاست دانوں اور ماہرین پر مشتمل ایجنٹوں کے اس ٹولے کی مدد حاصل نہ ہوتی جو ان استعماری منصوبوں کے لیے ڈھول پیٹ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں۔

اسلام نے پانی کو اس کے ذرائع سمیت عوامی ملکیت قرار دیا ہے جس میں تمام لوگ شراکت دار ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: **«النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ، الْمَاءِ وَالنَّارِ وَالْكَلَأِ»** "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، آگ اور چارہ" اور حضرت انسؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ **«وَثَمَنُهَا حَرَامٌ»** "اور اس کی قیمت (بیچنا) حرام ہے"۔ مزید برآں، شریعت نے پانی کے استعمال میں پینے کے مقصد کو اولین ترجیح دی ہے، لہٰذا سوڈان اور مصر میں لوگوں کے پینے کے پانی کے ذرائع پر قبضہ کرنا ممنوع ہے، اور دریا پر کوئی بھی ایسا ڈیم بنانا جو لوگوں کو پینے اور آبپاشی سے روکے، اسے ختم اور مسمار کر دینا چاہیے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نہضہ ڈیم سوڈان اور مصر کے عوام کی شہ رگ پر ایک دشمن ڈیم ہے، تو اس کے خلاف "زندگی یا موت" کے فیصلے والا اقدام اٹھانا ضروری ہے، کیونکہ یہ دونوں ملکوں کے عوام کے لیے بقا کا مسئلہ ہے۔ یہی وہ سوچ تھی جس نے خلافتِ عثمانیہ کو ان فوجی مہمات پر مجبور کیا تھا جنہیں "دریائے نیل کے منبع کی تلاش" کہا جاتا ہے، اور یہ مہمات روانڈا میں جھیل البرٹ نیانزا تک پہنچی تھیں جو آج کے یوگنڈا میں مسندی سے صرف 50 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ سب امت کے لیے پانی اور خوراک کے ذرائع کو محفوظ بنانے کے لیے تھا، اور ان شاء اللہ عنقریب دوبارہ قائم ہونے والی خلافت بھی یہی راستہ اختیار کرے گی۔

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے سربراہ

مصری نظام: حقیقت اور ڈراموں کے وہم و بہتان کے درمیان

تحریر: استاذ محمود اللیثی

(ترجمہ)

اب یہ بات کسی پر چھپی نہیں رہی کہ مصری نظام لوگوں پر صرف سیکیورٹی کے جبر کے ذریعے حکومت نہیں کر رہا، بلکہ وہ ایک مخصوص ڈرامہ انڈسٹری کے ذریعے ان کے شعور کو بھی ڈھال رہا ہے۔ یہ انڈسٹری واقعات کا ایک سرکاری بیانیہ تیار کرتی ہے، تصورات کی نئی شکل بناتی ہے، اور ذہنوں میں اسلام اور اس کے علمبرداروں کی ایک مسخ شدہ تصویر بٹھاتی ہے۔ ڈرامہ محض کوئی فنکارانہ تفریح نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بہترین سیاسی ہتھیار ہے جس کا استعمال آمریت کو چمکانے، آہنی گرفت کا جواز پیش کرنے، اور ہر اس شخص کو معاشرے کے لیے ایک بڑا خطرہ بنا کر پیش کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جو اسلامی منصوبہ رکھتا ہو۔

آج کی یہ جنگ صرف دو وقت کی روٹی، قیمتوں یا قرضوں کی جنگ نہیں ہے، بلکہ یہ نظریات اور مفاہیم کی جنگ ہے۔ نظام کی کوشش ہے کہ وہ "قومی ریاست" کے تصور کو پختہ کرے، استعمار کی بنائی ہوئی سرحدوں سے وفاداری سکھائے، اور حکمران کی اطاعت کو ایک ایسی تقدیر بنا کر پیش کرے جسے ٹالا نہ جا سکے۔ دوسری طرف، اسلام کو استحکام کے لیے ایک خطرے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ حکومت، سیاست، عوامی معاملات اور لین دین میں مداخلت کرے۔ خطرہ یہیں چھپا ہے۔ کیونکہ اسلام کو زندگی کو منظم کرنے والے ایک جامع نظام کے طور پر جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے، تاکہ اسے محض انفرادی عبادات اور رسومات تک محدود کر دیا جائے جن کا حکومت، سیاست اور معیشت سے کوئی تعلق نہ ہو۔

ہر ڈرامائی سیزن میں وہی پرانی تصویر دہرائی جاتی ہے، جہاں ایک دیندار شخص کو یا تو ایک جاہل انتہا پسند، یا ایک جوڑ توڑ کرنے والا مفاد پرست، یا بیرونی قوتوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا کر دکھایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، سیکیورٹی اداروں کو ایک نجات دہندہ اور محافظ کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے جو وطن کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں، چاہے اس کی قیمت انسانی حقوق اور خون کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس مصنوعی دوہرے پن کے ذریعے نئی نسلوں کے شعور کو دوبارہ تشکیل دیا جا رہا

ہے، تاکہ ایک نوجوان یہ سمجھتے ہوئے بڑا ہو کہ اسلام کی پابندی اور اس کے نفاذ کے لیے کام کرنے کا مطلب صرف فتنہ اور تباہی ہے۔

لیکن مصر کے عوام ان واقعات سے دور کوئی تماشائی نہیں ہیں جنہیں اسکرین پر نظام کی خواہش کے مطابق دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔ انہوں نے ان واقعات کو لمحہ بہ لمحہ جی کر دیکھا ہے، اور اس کی قیمت اپنے بچوں کے خون، اپنی عزت اور اپنے رزق سے ادا کی ہے۔ وہ ان تمام حقائق کے چشم دید گواہ ہیں، وہ تمام تفصیلات جانتے ہیں، اور وہ حقیقت اور ڈرامہ سیریلز میں دکھائے جانے والے ان منتخب واقعات کے درمیان فرق کو سمجھتے ہیں جو نظام کے بیانیے کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ انہیں اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی آکر ان کی یادداشتوں کی دوبارہ تشریح کرے یا انہیں وہ باتیں سکھائے جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ رکھی ہیں۔ ان کا شعور اور ان کے براہِ راست تجربات اس مصنوعی بیانیے کے جھوٹ کو بے نقاب کر دیتے ہیں، اور اس ہیرا پھیری کو ظاہر کرتے ہیں جس کا مقصد حقائق کو مٹانا اور سیاستدانوں کو ان کے نتائج سے بری الذمہ قرار دینا ہے۔

لیکن وہ حقیقت جسے نظام مٹانے کی کوشش کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نہ تو کوئی خفیہ گروہ ہے اور نہ ہی اندھا تشدد، بلکہ یہ ایک مکمل تہذیبی منصوبہ ہے، جس کا اپنا ایک تصورِ حکومت، معیشت، معاشرت اور بین الاقوامی تعلقات ہے۔ دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کو ایجنٹ یا سازشی قرار دینا دراصل "سیاسی اسلام" کو جرم قرار دینے کی پالیسی کا تسلسل ہے، تاکہ اس کے فکری سوتے خشک کیے جائیں اور معاشرے کو فاسد نظام کے سامنے سر جھکانے کی ثقافت کا عادی بنایا جائے۔ یہ لوگ بالکل ویسے ہی ہیں جو سورج کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں! اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے، چاہے سیسی اور اس کے حواریوں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

ایک ایسے وقت میں جب ڈرامہ سیریلز پر اربوں روپے لٹائے جارہے ہیں، ملک کو قرضوں کے بوجھ تلے گروی رکھا جارہا ہے، سٹریٹیجک اثاثے بیچے جارہے ہیں اور مغربی غلبے کے لیے دروازے کھولے جارہے ہیں۔ معاشی غلامی اب کوئی راز نہیں رہی۔ عالمی مالیاتی اداروں کے ساتھ معاہدے ایسی کفایت شعاری کی پالیسیاں مسلط کرتے ہیں جو عوام کی کمر توڑ دیتی ہیں، اور مقامی معیشت کو مغربی مفادات کے ساتھ جکڑ دیتی ہیں۔ اس طرح سیاسی فیصلے یرغمال ہو کر رہ جاتے ہیں، اور ریاست کا کردار صرف مغرب کے احکامات پر عمل درآمد تک محدود ہو جاتا ہے۔

اس معاملے میں سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اس غلامی کو لوگوں کے سامنے اس کی اصل حقیقت میں پیش نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے "اصلاح اور نجات" کا لبادہ پہنایا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ عالمی سرمایہ داریت کے غلبے کو پختہ کرنا ہے۔ یہ سرمایہ داریت مصر کو ایک آزاد اور صاحبِ مقصد ریاست کے بجائے محض ایک منڈی، ایک گزرگاہ اور اپنے اثر ورسوخ کا علاقہ سمجھتی ہے۔ اسی چھتری تلے اسلامی تشخص کو پسِ پشت ڈالا جاتا ہے، اور اسلام کی ایسی نئی تعریف کی جاتی ہے جو مغربی نقطہ نظر کے مطابق ہو۔

رہی بات خارجہ پالیسی کی، تو اس کا راستہ بالکل واضح ہے: خطے میں امریکی پالیسیوں کی عملی حمایت، اور ایسے علاقائی انتظامات کے ساتھ ہم آہنگی جو غاصب یہودی وجود کی سلامتی کا تحفظ کریں، چاہے یہ امت کے بڑے بڑے مسائل کی قیمت پر ہی کیوں نہ ہو۔ عوام سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اسے "سیاسی حقیقت پسندی" سمجھ کر یقین کر لیں، جبکہ حقیقت میں یہ امت کے مسلمہ اصولوں سے دستبرداری اور امت کے مفادات پر مغرب کے مفادات کو ترجیح دینا ہے۔

یہ نظام اپنی میڈیا مشینری کے ذریعے نہ صرف دینداری کے مظاہر کے خلاف لڑ رہا ہے، بلکہ وہ اس سوچ کے خلاف بھی برسرِپیکار ہے کہ اسلام کا حکومت میں کوئی کردار ہونا چاہیے۔ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام صرف مساجد تک محدود رہے اور قانون سازی و سیاست سے دور رہے۔ اسی طرح یہ بھی چاہتے ہیں کہ دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کو کردار کشی، جیل اور پابندیوں کے شکنجے میں جکڑ دیا جائے، تاکہ میدان میں صرف وہی سرکاری بیانیہ باقی رہ جائے جو موجودہ حالات کا جواز تو پیش کرے لیکن انہیں بدلنے کی کوشش نہ کرے۔

مگر یہ امت عاجز و بے بس نہیں ہے، کیونکہ اس کے ضمیر میں ایک گہرا نظریاتی سرمایہ موجود ہے، جو یہ جانتا ہے کہ اسلام محض ایک ثقافتی شناخت نہیں بلکہ ایک مبدأ (آیڈیالوجی)، ایک طرزِ زندگی اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آج کی جنگ دو منصوبوں کے درمیان ہے: ایک استعماری منصوبہ جو ملک کو مغرب سے جوڑتا ہے اور اسے اس کے اثر ورسوخ کے دائرے میں رکھتا ہے، اور دوسرا صحیح بیداری کا منصوبہ جو شریعت کی سیادت اور امت کی حکمرانی کو بحال کرتا ہے، اور فیصلوں کو مغربی تسلط سے آزاد کراتا ہے۔

اے اہل مصر! اسکرینوں پر جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ معصومانہ نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کے شعور کو دوبارہ ڈھالنے اور آپ کو اصل بیماری سے دور رکھنے کی ایک کوشش ہے۔ مسئلہ دینداری کے مظاہر میں نہیں، اور نہ ہی ان لوگوں میں ہے جو اسلام کے نفاذ کی دعوت دیتے ہیں، بلکہ مسئلہ اس نظام میں ہے جو اسلام کے مطابق حکومت نہیں کرتا، جس نے ملک کو

قرضوں میں جکڑ دیا، اثاثے بیچ دیے، اور مغرب کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اور پھر وہ آپ کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اصل خطرہ آپ کی امت کی شناخت میں ہے۔ لہٰذا آپ ان کی چرب زبانی کے دھوکے میں نہ آئیں۔

اے کنانہ (مصر) کے سپاہیو! ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ یہ نظام جتنا بھی بلند ہو جائے، اللہ سب سے بلند ہے، اور یہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے، اللہ ہی سب سے زیادہ قوت والا اور نہایت مضبوط ہے۔ اس کے پاس جتنی بھی تنگ جیلیں اور عقوبت خانے ہوں، وہ اس قبر سے زیادہ تنگ نہیں ہو سکتے جس کی طرف آپ سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اگر اس کے پاس ظلم و ستم کی وہ وحشیانہ مشینری ہے جو اس کے قبضے میں آنے والوں کو تڑپاتی ہے، تو وہ جہنم کے عذاب سے زیادہ سخت نہیں ہو سکتی۔ اس کے پاس آپ کو دینے یا اپنے قریب کرنے کے لیے جتنا بھی مال و دولت ہو، وہ اس جنت کے سامنے کچھ بھی نہیں جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

فرشتے سب کچھ لکھ رہے ہیں، اور اللہ عزوجل آپ سے ضرور سوال کرے گا کہ آپ اس وقت کہاں تھے جب اسلام کا چہرہ مسخ کیا جا رہا تھا، اس کی دعوت کا محاصرہ کیا جا رہا تھا، اور ملک کو گروی رکھا جا رہا تھا؟ آپ اس وقت کہاں تھے جب آپ پر اہلِ حق اور دعوت کے علمبرداروں کی نصرت اور اس ریاست کا قیام واجب تھا جو اسلام کو نافذ کرے؟ امت کا ساتھ دینا استحکام کے خلاف بغاوت نہیں ہے، بلکہ یہ عدل اور شریعت کی سیادت کی بنیاد پر استحکام کی نئی اور اصل تعریف ہے، نہ کہ مغرب اور اس کی پالیسیوں کے سامنے جھکنے کا نام۔

یہ نظام شاید اسکرینوں کا مالک ہو، لیکن اگر دل بیدار ہو جائیں تو وہ دلوں کا مالک نہیں بن سکتا۔ اس کے پاس جبر کے آلات تو ہو سکتے ہیں، لیکن اگر امت شعور اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے منصوبے کو لے کر چلے، تو وہ مستقبل کا مالک نہیں بن سکتا۔ یہ وقت جھوٹ کو بے نقاب کرنے، دھوکے کو فاش کرنے، اور اسلام کو اس کے اصل مقام پر واپس لانے کے لیے کام کرنے کا تقاضا کرتا ہے: تاکہ وہ زندگی کا قائد بنے، نہ کہ محض اس کا تماشائی۔ اور یہ سب کچھ اسلام اور اس کی ریاست "خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ" کے سائے میں ہی ممکن ہے۔

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

اردوغان کا یہ دعویٰ کہ وہ غیر جانبدار نہیں ہے، سراسر جھوٹ ہے

اردوغان نے کہا: "ہم ان واقعات میں غیر جانبدار نہیں ہیں جو ہمارے بھائیوں اور پڑوسیوں کے سکون میں خلل ڈالتے ہیں۔ ہم ان معاملات میں بھی غیر جانبدار نہیں ہیں جو پوری دنیا کے مستقبل کے لیے خطرہ ہیں۔ ہم، بطور ترکی، صلح اور امن کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہم سکون، استحکام، یکجہتی اور تعاون کے ساتھ ہیں۔ ہم عالمی اقدار، انصاف اور ترقی کے ساتھ ہیں"۔

الرایۃ: اے اردوغان! جب تک تم غیر جانبدار نہیں ہو، تو تم ان یہودیوں کے مقابلے میں کہاں ہو جو غزہ کی پٹی میں نسل کشی کر رہے ہیں؟۔ تم اس وقت کہاں تھے جب مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کے خلاف چین کے مظالم آسمان تک پہنچ گئے تھے، جب میانمار میں مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا جا رہا تھا، اور جب بشار اسد کے غنڈے شام میں مسلمانوں کے ٹکڑے کر رہے تھے؟!۔ اور تمہاری افواج ابھی تک چھاؤنیوں میں کیوں بیٹھی ہیں جبکہ اب ایران اور لبنان پر بمباری کی جا رہی ہے؟۔ کیا ان عظیم افواج پر سالہا سال سے اربوں ڈالر نبی ﷺ کی امت اور ان کے ممالک کی حفاظت کے لیے خرچ کیے جا رہے ہیں یا تمہارے تخت کی حفاظت کے لیے؟!۔

یقیناً یہ بیانات ایک سفارتی افیون ہیں جس کا مقصد امت کے جذبات کو سُن کرنا ہے۔ مسلمانوں کو سیکولر جمہوری نظام کی صلح اور امن کی کہانیوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ انہیں منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ کی ضرورت ہے جو کفار کی جڑیں کاٹ دے، مسلمانوں کے درمیان مصنوعی سرحدوں کو ختم کرے، مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرائے، اور اس استعماری کافر اور غاصب وجود سے بدلہ لے جو مسلم ممالک پر حملے کر رہا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے زیرِ سایہ نہ امن ہے، نہ امان اور نہ ہی باوقار زندگی

منگل 3 مارچ 2026ء کو میلانیا ٹرمپ نے نیویارک میں اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اس اجلاس کی صدارت کی جو تنازعات والے علاقوں میں بچوں کے تحفظ کے طریقوں پر بحث کے لیے مخصوص تھا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ اس اجلاس کی صدارت مشکل حالات میں ہو رہی ہے، انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ واشنگٹن دنیا بھر میں بچوں کے ساتھ کھڑا ہے، اور امن کو فروغ دینے اور تعلیم و جدید ٹیکنالوجی تک بچوں کی رسائی کے حق کے تحفظ کی دعوت دی۔

الرایۃ: امریکہ اور صیہونی وجود کی جانب سے ایران میں لڑکیوں کے ایک پرائمری اسکول پر بمباری، جس کے نتیجے میں 165 طالبات ہلاک ہوئیں، کے چند ہی دن بعد میلانیا ٹرمپ تنازعات والے علاقوں میں بچوں کے تحفظ کے طریقوں پر بحث کرنے والے اجلاس کی صدارت کرنے آئی ہیں!۔

بچوں کے حقوق، انسانی حقوق، اور تنازعات و جنگوں میں بے گناہوں کا تحفظ محض وہ مہرے ہیں جنہیں امریکہ اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ اسلام کے احکامات پر حملہ کرنا، مسلمانوں کے بچوں کو ان کے دین اور شناخت سے دور کرنا، اور ان کی صفوں میں بے راہ روی اور فساد پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جب معاملہ ان مظالم اور جرائم کا ہو جو مسلمانوں کے بچوں پر ڈھائے جاتے ہیں، تو وہ یا تو قبر جیسی خاموشی اختیار کیے ہوئے تماشائی بن جاتے ہیں، یا اکثر اوقات ان جرائم میں شریکِ جرم ہوتے ہیں، اور غزہ میں نسل کشی کی جنگ اس کی بہترین دلیل ہے۔

بلاشبہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے تحت حکومت کرنے والی استعماری ریاستوں کے زیرِ سایہ بچے اور تمام انسانیت امن و امان اور باوقار زندگی کی نعمت سے بہرہ مند نہیں ہو سکتی۔ شاید ایپسٹین آئی لینڈ (Epstein Island) کے اسکینڈلز اور وہاں بچوں اور کم عمر افراد پر ہونے والے مظالم، جرائم اور زیادتیوں کے قصے اس حوالے سے بہت سی باتوں کو مختصر کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری انسانیت کے لیے دوسری خلافتِ راشدہ کے سائے میں اسلام کے احکامات کے نفاذ کے علاوہ کوئی خلاصی نہیں ہے۔